موجودہ عالمی حالات اور غزوۂ خندق کا پیغام

از: مفتی تنظیم عالم قاسمی
استاذِ حدیث دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد

اسلام ابدی اور عالمگیر مذہب ہے، اس نے قیامت تک پیش آنے والے تمام مسائل کا صحیح حل پیش کیا ہے۔ حالات جیسے بھی ہوں، اسلام کے ضابطۂ حیات اور اسوۂ رسول ﷺ میں ماننے اور ڈھونڈنے والوں کے لیے مکمل رہنمائی موجود ہے، یہ اس دین کا اعزاز اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ختمِ نبوت کی واضح دلیل ہے۔ امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، خوشی ہو یا غم زندگی کا کوئی بھی حصہ ہو، سنت رسول ﷺ اور حیاتِ پیغمبر ﷺ میں ضرور وہ نقوش ملیں گے، جن کو اختیار کرکے ایک انسان کامیاب اور قابلِ رشک زندگی گزار سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم نے تمام مسائل ومشکلات میں رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک اور بافیض زندگی کو ہی تمام مسلمانوں کے لیے بہتر اسوہ اور نمونہ قرار دیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الأحزاب:۲۱)

ترجمہ: ”درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے“

لیکن یہ ان لوگوں کے لیے ہے جن کا اللہ کی ذات پر کامل یقین اور اعتماد ہو، اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت، صحیح طلب اور جستجو نہ ہو تو قرآن کی طرح ہزاروں کتابیں بھی انسان کو راہِ حق پر گامزن نہیں کرسکتیں، قرنِ اول کے مسلمانوں کے عروج وترقی اور حیرت ناک کامیابی کا راز ان کا ایمان ویقین اور سنتِ رسول ﷺ کی مکمل پیروی ہے، جن کی حکومت مشرق ومغرب اور شمال وجنوب میں پھیلی ہوئی تھی، مسلمان حاکم تھے اور غیر مسلم محکوم اور غلام، علامہ اقبالؒ نے اس دردناک واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہا:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

آج پوری دنیا کی غیر مسلم طاقتیں اسلام کے روشن چراغ کو بجھانے کی منظّم کوششیں کررہی ہیں، یہودی، عیسائی اور کفر کی تمام جماعتیں اس مقصد کے لیے متحد ہوچکی ہیں کہ دنیا میں نہ کوئی مسلمان رہے اور نہ مسلمانوں کا تذکرہ، ٹھیک یہی صورتِ حال آج سے چودہ سو چونتیس سال پہلے مدینہ منورہ میں رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ پیش آئی تھی، قریش اور مشرکینِ مکہ کے علاوہ بنوقریظہ، بنونضیر، بنوغطفان، بنومرہ، بنوکنانہ، بنواسد، بنوسلیم، بنوسعد، قبیلۂ اسلم، اشجع، فزارہ، اہلِ تہامہ اور عرب کے بعض دیگر قبائل نے مل کر شوال ۵ھ میں متحدہ کوشش کی تھی کہ نبوتِ محمدی کی شمع بجھ جائے، اسلام کی اٹھتی ہوئی طاقت نیست ونابود ہوجائے، دنیا سے توحید کے پرستار مٹ جائیں اور رسالت کا چرچہ باقی نہ رہے، اس زمانہ کے تمام غیر مسلموں نے ایک ساتھ منظّم سازشیں کیں اوراس کے لیے متعدد حربے استعمال کیے؛ مگر رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرامؓ نے اپنی دانشمندی، دور بینی، ایمانی قوت، انتھک محنت اور جدوجہد کے ذریعہ یہ ثابت کردکھایا کہ

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

آج عالمِ اسلام یہودی اور عیسائی طاقتوں کے نرغے میں ہے، الحاد ودہریت کی مسموم ہوائیں ہر طرف چل رہی ہیں، اسلام کی مخالفت میں ایک طوفان برپا ہے۔ موجودہ عالمی حالات میں مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ باطل سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے غزوۂ احزاب وخندق کے اسوہ کو اختیار کریں، رسولِ اکرم ﷺ نے کفر کی بھاری جمعیت کو شکست دینے کے لیے جو راہ اختیار کی یقیناً وہی راہ آج بھی راہِ نجات ہے۔ کتبِ سیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے، ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کیں، جو بڑے بڑے دانشمندوں کے تصور وخیال سے بالاتر ہیں، اس وقت کے مشرکین اور بعد کے مؤرخین اور فوجی جنرلوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اس موقع پر جو تدابیر اختیار کیں، ان سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں ہوسکتی، مسلمانوں کے لیے اس واقعہ میں بڑی عبرت پوشیدہ ہے۔

تاریخِ اسلام سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ غزوۂ احزاب میں کفار کی مختلف جماعتیں متحد ہوکر مسلمانوں کو ختم کردینے کا معاہدہ کرکے مدینہ پر چڑھ آئی تھیں۔ قرآنِ کریم نے ان متحدہ طاقتوں کی سازشوں کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

﴿إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ

الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا﴾ (الأحزاب: ۱۰)

ترجمہ: ”جب دشمن اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے، جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آ گئے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے“

اس غزوہ کا سبب سیرت نگاروں نے یہ بیان کیا ہے کہ شرارت کی وجہ سے جب نبی کریم ﷺ نے بنونضیر کو جلا وطن کر دیا اور یہ لوگ مدینہ سے نکل کر خیبر میں قیام پذیر ہوئے تو انھوں نے ایک نہایت عظیم الشان سازش شروع کی، ان کے رؤسا میں سے حُیی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق کنانہ بن ربیع وغیرہ ۵ھ میں مکہ مکرمہ گئے اور قریش کو مسلمانوں کے استیصال کے لیے جنگ پر آمادہ کیا، دونوں کے آپسی معاہدہ کے بعد بنونضیر کے مذکورہ افرادعرب کے ایک بڑے اور جنگ جو قبیلہ بنوغطفان کے پاس پہنچے اور ان کو خیبر کے نخلستانوں کی نصف پیداوار کی طمع دے کر ہم خیال بنالیا۔ غطفان کے تمام قبائل بھی ساتھ ہو گئے، اس طرح ابوسفیان کم وبیش دس ہزار آدمیوں کی بھاری جمعیت اور وسائل کی فروانی کے ساتھ شوال ۵ ہجری میں مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب نبی کریم ﷺ کو دشمنوں کی نقل وحرکت کا علم ہوا تو حسبِ معمول آپ ﷺ نے صحابۂ کرامؓ سے مشورہ فرمایا، حضرت سلمان فارسیؓ نے عرض کیا! ہم اہلِ فارس کا دستور یہ ہے کہ ایسے موقع پر خندق کھود کر دشمن سے خود کو محفوظ کر لیتے ہیں اور اس کو مجبور بنا دیتے ہیں۔ نبیِ کریم ﷺ نے اس مشورہ کو قبول فرما کر خندق کھودنے کا حکم دے دیا، مدینہ میں تین جانب سے مکانات اور نخلستان کا سلسلہ تھا جو شہر پناہ کا کام دیتا تھا۔ صرف شامی رخ کھلا ہوا تھا، اس طرف آپ ﷺ نے خود حدود قائم کیے، داغ بیل ڈال کر دس دس آدمیوں پر دس گز زمین تقسیم کی گئی، خندق کی کل لمبائی تقریباً ساڑھے تین میل تھی، چوڑائی اتنی تھی کہ ایک تیز رفتار گھوڑا عبور نہ کر سکے اور گہرائی ایک اندازہ کے مطابق پانچ گز تھی۔ اس وقت مسلمان فوج کی تعداد کل تین ہزار تھی اور کل چھتیس گھوڑے تھے، معاملہ بہت سنگین تھا۔ سنگلاخ زمین تھی، موسم سرد تھا، کھانے پینے کے سامان مہیا نہیں تھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے انتہائی صبر اور استقامت کا ثبوت دیا۔ ان کی زبان پر یہ اشعار جاری تھے۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوا مُحَمَّدَا

عَلَی الْجِهَادِ مَابَقِیْنَا أَبَـدَا

ترجمہ: ”ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے زندگی بھر کے لیے محمد صلی اللہ علی وسلم کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کر لی ہے“۔

وَاللّٰہِ لَوْلَا اللّٰہُ مَا اھْتَدَیْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

”خدا کی قسم! اگر خدا کی ہدایت رہنمائی نہ کرتی تو ہم کو نہ ہدایت نصیب ہوتی اور نہ ہی صدقہ ونماز“

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر صحابہؓ خندق کھودنے میں برابر کے شریک تھے۔ اپنے دامن میں مٹی اٹھا کر باہر پھینکتے، جس سے گرد وغبار نے جسم کو چھپالیا تھا، صحابۂ کرامؓ کے نہ چاہتے ہوئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی اورامت کی تعلیم کے لیے اس سخت ترین محنت ومشقت میں برابر کا حصہ لیا۔ بھوک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ اتفاق سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں پتھر کی بڑی چٹان نکل آئی جس کا توڑنا عام لوگوں کے بس کی بات نہ تھی، آپؐ کو اس کا علم ہوا تو کدال اپنے دست مبارک میں لے کر یکے بعد دیگرے تین ضرب لگائی، تیسری مرتبہ یہ چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پتھر پر کدال مارنے سے جو روشنی نکلی اس میں یمن اور کسریٰ کے شہروں کے محلات دکھلائے گئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان شہروں کے فتح ہونے کی بشارت دی ہے، اس طرح چند روز میں خندق تیار ہوگئی، مسلمان خندق کھود کر فارغ ہوئے تھے کہ ابوسفیان دس ہزار لشکر لے کر اُحد کے قریب پہنچ گیا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تین ہزار مسلمانوں کے ہمراہ مقابلہ کے لیے کوہ سلع کے قریب جا کر ٹھہرے اور تمام بچوں اور عورتوں کو مدینہ کے ایک قلعہ میں محفوظ کردیا اور مسلمانوں کے درمیان خندق حائل تھی، جب ابوسفیان کو خندق کا علم ہوا تو بے اختیار بول اٹھا۔

”وَاللّٰہِ إِنَّ ھٰذِہٖ لَمَکِیْدَۃٌ مَا کَانَتِ الْعَرَبُ تَکِیْدُھَا“

”اللہ کی قسم! یہ ایک زبردست تدبیر ہے جسے عرب نہ جانتے تھے“

چند دنوں بعد بنونضیر کے سردار حُیی بن اخطب نے بنوقریظہ کو اپنی چالبازی سے اپنے ساتھ شامل کرلیا؛ جب کہ مسلمانوں کے ساتھ ان کا معاہدہ ہوچکا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بدعہدی کا علم ہوا تو واقعہ کی تصدیق کے لیے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بصورت وفد بھیجا اور یہ تاکید کی کہ اگر عہد شکنی کا واقعہ غلط ثابت ہو تو سب صحابہؓ کے سامنے کھل کر بیان کردینا اور صحیح ثابت ہو تو آکر گول مول بات کہنا، جب تحقیق وگفتگو کے بعد عہد شکنی کی تصدیق ہوئی تو وفد نے مبہم الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے صرف اتنا کلمہ نکلا ”حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ“۔

تاہم معاملہ بہت سخت تھا، سامنے سے کفار اور دیگر قبائل کی بھاری فوجیں تھیں اور پیچھے سے بنو قریظہ کا خوف، اس پر منافقین کی سرگرمیاں اور تیز ہوگئیں اور انھوں نے اہل ایمان کے حوصلے پست کرنے کے لیے طرح طرح سے نفسیاتی حملے شروع کیے، اس طرح صورت حال بھیانک ہوچکی تھی۔ شدید آزمائش کا وقت تھا، تقریباً ایک مہینہ گزر گیا نہ کھل کر فیصلہ کن جنگ ہوتی اور نہ کسی وقت بے فکری، شب و روز صحابۂ کرام بھوکے پیاسے خندق کی نگرانی کرتے تھے، اگرچہ رسول اکرم ﷺ بنفسِ نفیس اس محنت ومشقت میں شریک تھے مگر صحابۂ کرامؓ کے اضطراب و بے چینی کا آپ ﷺ کو شدید احساس تھا؛ اس لیے آپ ﷺ نے ایک دن ارادہ کیا کہ بنوغطفان کو مدینہ طیبہ کا ایک تہائی پھل دے کر ان کو میدان سے واپس کر دیا جائے، مشورہ کے طور پر قبیلۂ اوس وخزرج کے دو بزرگ سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ سے اس کا ذکر کیا، تو دونوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ﷺ اگر یہ حکم الٰہی ہے تو قبول ہے ورنہ ہمیں ان سے مصالحت کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ ہم ان کو تلوار کے سوا کچھ نہیں دیں گے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی اولوالعزمی اور غیرت ایمانی کو دیکھ کر اپنا ارادہ ترک فرمایا؛ کیونکہ یہ اللہ کا حکم نہیں بلکہ پیغمبر ﷺ کی ایک جنگی تدبیر تھی، ایک روز مقابل کفار نے تیراندازی اور پتھراؤ کے ذریعہ اجتماعی طور پر اتنی شدت سے حملہ کیا کہ رسول ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کی چار نمازیں قضاء ہوگئیں، اسی دن عرب کے چند مشہور بہادر خندق عبور کرکے مسلمانوں کی طرف آگئے تھے جن میں عمرو بن عبدود اور نوفل بن عبداللہ وغیرہ شامل تھے، حضرت علیؓ مقابلہ میں نکلے اور عمرو بن عبدود کو جہنم رسید کیا، نوفل بھاگتے ہوئے خندق میں گرا، اسے بھی حضرت علیؓ نے مارڈالا، کفار نے نوفل کی لاش پیسہ سے طلب کی؛ لیکن رسول ﷺ نے مفت دے دی، مستورات جس قلعہ میں تھیں، وہاں تک ایک یہودی موقع کی تلاش میں پہنچ گیا۔ آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کی نگاہ پڑی، تو خیمہ کی ایک لکڑی سے اس زور سے اس کے سر پر ضرب لگائی کہ موقع پر ہی ہلاک ہوگیا۔ محاصرہ جس قدر طول ہوتا جاتا تھا اسلام دشمن فوجوں کی ہمت گھٹتی جارہی تھی، اسی درمیان غیبی مدد کے طور پر قبیلۂ غطفان میں سے ایک شخص نعیم بن مسعود نے اسلام قبول کرلیا، پھر حضور ﷺ کے مشورہ سے انھوں نے ایسی تدبیر کی کہ قریش اور بنوقریظہ میں پھوٹ پڑگئی اور بنوقریظہ قریش کی امداد سے دست کش ہوگیا۔ اس طرح افواج کفار کی طاقت کمزور پڑگئی، دوسری مصیبت یہ آئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سخت اور سرد ہوا ان پر مسلط کردی جس نے ان کے خیمے اکھاڑ پھینکے، ہنڈیاں چولہوں سے الٹ دی، غبار اُڑ اُڑ کر آنکھوں میں بھرنے لگا، جس سے کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہوگیا۔ اس غیبی مدد کا ذکر قرآنِ کریم نے اس طرح بیان کیا ہے:

﴿إِذْ جَاءَ تْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحاً وَجُنُوداً لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيراً﴾ (الاحزاب:۹)

ترجمہ: ''جب لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں اور اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم لوگ اس وقت کر رہے تھے۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے لشکر کا پتہ لگانے بھیجا تھا، ان کا بیان ہے کہ آندھی اور طوفان کے بعد ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب یہ ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے، ہمارے جانور ہلاک ہوگئے، چلنا پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا مشکل ہوگیا ہے، بنوقریظہ نے بھی ہمارا ساتھ چھوڑ دیا؛ اس لیے اب گھر واپس چلو! یہ کہہ کر ابوسفیان اونٹ پر سوار ہوا اور چل دیا، دیگر تمام فوجیں بھی واپس ہوگئیں، اس طرح مسلمانوں کو طویل مشقت کے بعد فتح حاصل ہوئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفار کے جانے کی اطلاع ملی تو فرمایا:

''أَلآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ''

''اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے، وہ ہم پر چڑھائی نہیں کرسکیں گے ہم ہی ان پر حملہ کے لیے چلیں گے۔''

چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا یعنی کفر میں اتنی طاقت نہیں رہی کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کے لیے اقدام کرسکے۔ اس کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرامؓ کے ساتھ حمد وثنا بیان کرتے ہوئے مدینہ واپس ہوگئے۔

غزوۂ خندق کا پیغام

یہاں قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ اس غزوہ سے اسلامی ممالک اور مسلمانوں کو موجودہ حالات میں کیا روشنی ملتی ہے، آج اہلِ ایمان کس طرح اسلام مخالف طاقتوں کا مقابلہ کریں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانشمندانہ قدم اور حضراتِ صحابہؓ کے اخلاص واستقامت سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے اور کس طرح؟ ترتیب وار یہ دفعات ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں۔

دشمنوں کی نقل وحرکت کا علم

ابوسفیان کی نگرانی میں جب دس یا بارہ ہزار فوج مدینہ کی سمت روانہ ہوئی تو فوراً رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں بے خبر بیٹھے ہوئے نہ تھے؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر رساں اور تحریک اسلامی کے ہمدرد اور متاثرین جو تمام قبائل میں موجود

تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کی نقل وحرکت سے برابر مطلع کرتے رہتے تھے، جس سے مدینہ طیبہ میں قائم اسلامی ریاست کا تحفظ آسان ہوگیا تھا، آج بھی مسلمانوں کو چاہیے کہ دشمنوں کی نقل وحرکت اوراسلام دشمن تنظیموں کی خفیہ سازشوں سے باخبر رہیں، حالات سے واقفیت دفاع اوراس کے انتظام وانصرام کی راہوں کو ہموار کرتی ہے اور بروقت اضطراب وپریشانی کے خوفناک نتائج سامنے نہیں آتے، بسااوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقائق اور حالات کی اطلاع کے لیے جاسوس بھی بھیجا کرتے تھے، جیسا کہ غزوۂ خندق میں حضرت حذیفہؓ کو یہ ذمہ داری سپرد کی گئی تھی۔

طریقۂ جنگ اوراسلام

خندق کھودنا فارس کا طریقہ تھا عرب اس سے واقف نہ تھے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے خندق کھودنے کی جنگی تدبیر اختیار کی، جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کفار کے طریقۂ جنگ کو اختیار کرنا درست ہے، اسلام میں جنگ کا کوئی خاص طریقہ متعین نہیں ہے کہ اس کے علاوہ ناجائز یا حرام ہو؛ بلکہ یہ فوجی جنرل اوراسلامی رضاکاروں کی صوابدید پر موقوف ہے، وہ دفاع کا جو طریقہ بہتر اور مفید سمجھیں اسے اختیار کرسکتے ہیں، موقع کی نزاکت اور حالات کے اعتبار سے طریقۂ جنگ میں تغیر وتبدل ہوسکتا ہے، اگر کسی جگہ لٹریچر یا اخبارات کے ذریعہ اسلام پر اعتراضات کیے جائیں، رسالتِ نبوی کے تقدس کو پامال کیا جائے تو مسلمانوں کے لیے ایسے وقت تلوار اور گولہ بارود کی جنگ لڑنا ناکامی کا باعث ہوگا۔ ان حالات میں تحریر وتقریر کے ذریعہ ان کے اعتراضات کا جواب دینا، ان کے ذہنوں کو صاف کرنا اور غیراسلامی مذاہب میں پائے جانے والی کمزوریوں کی نشاندہی کرنا دفاع کا سب سے بہتر طریقہ ثابت ہوگا، اسی طرح اگر الکٹرانک میڈیا کے ذریعہ اسلام کے خلاف آواز اٹھائی جائے تو جہاں تک ممکن ہوسکے مسلم قائدین اور باشعور افراد کی ذمہ داری ہے کہ اسلامک ٹی وی چیانل، انٹرنیٹ اور دوسرے برقی طریقوں سے اس کا جواب دیں، غرض تقریر وتحریر، صحافت وخطابت، درس وتدریس، احتجاج وجلوس اوراس طرح وہ تمام کام دائرۂ جنگ میں شامل ہیں، جن سے دشمنوں کو اپنے مقاصد میں ناکام بنایا جاسکے، طریقۂ جنگ وجدال پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے، اسلام دشمن طاقتوں کو برباد کرنے کی جو تدبیریں بہتر اور موقع کی نزاکت کے موافق ہوں انہیں ضرور اختیار کرنا چاہیے، روایتوں سے ثابت ہے کہ غزوۂ طائف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منجنیق کا استعمال کیا تھا جو کفار کا ایجاد کردہ طریقۂ جنگ ہے، اس سے مزید اس کی تقویت ہوتی ہے۔

استقامت اور صبر

غزوۂ خندق میں صحابۂ کرامؓ نے انتہائی صبر و استقامت سے کام لیا۔ بھوکے پیاسے، آلات و وسائل کی کمی اور موسم کے ناموافق ہونے کے باوجود مسلسل ایک مہینہ تک جنگ پر اڑے رہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو جب خندق کھودنے کا حکم دیا تو پیٹ پر پتھر باندھ کر کھدائی کا کام انھوں نے اس طرح انجام دیا جیسے کہ جنات کی کوئی فوج زمین کا تختہ الٹ دے، صرف چھ روز میں اتنی بڑی خندق تیار ہوگئی، ایمانی جذبات میں آکر کبھی ترانہ گاتے اور کبھی اپنے مشن کی کامیابی کے لیے خدا سے دعا کرتے، حالات بد سے بدتر ہوگئے؛ مگر ایک صحابی نے بھی اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹایا، اس سے آج کے مسلم رضا کاروں کو سبق ملتا ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں، جنگی محاذ سے قدم نہیں ہٹانا چاہیے۔ صبر و استقامت کامیابی کی کلید ہے، اس کے فوت ہونے سے منزل پانے کی امید نہیں کی جاسکتی۔

باحیثیت افراد کی کام میں شرکت

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ ہی نہیں؛ بلکہ خود شہنشاہِ کائنات، رسول اکرم ﷺ خندق کھودنے میں شریک تھے، دس آدمیوں کی ٹولی کے ایک رکن آپ ﷺ بھی تھے، دیگر صحابۂ کرامؓ کی طرح آپ ﷺ مٹی باہر پھینکتے، جس سے جسم مبارک گرد آلود ہوگیا تھا، جب کھدائی کا کام شروع ہوا تو رسولِ اکرم ﷺ موقع پر پہنچ گئے اور اخیر تک جمے رہے۔ اس سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ جماعت کے سربراہ اور باحیثیت لوگوں کے کام میں شریک رہنے سے کارکنوں کو حوصلہ ملتا ہے، کام میں قوت اور تازگی محسوس ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلم سپاہیوں نے پسینہ بہاتے ہوئے متواتر فاقوں کے ساتھ خندق کھودنے میں ڈٹ کر کام کیا۔ بعض صحابہؓ نے جب بھوک اور پیٹ پر پتھر باندھنے کا تذکرہ کیا تو حضور ﷺ نے اپنا کپڑا اٹھا کر دکھایا، یہاں تو دو پتھر باندھنے کی نوبت آگئی ہے۔ اس سے ان کو راحت ملی اور بھوک کا احساس جاتا رہا، ایثار و قربانی کی یہ حقیقت جب ہی قائم رہتی ہے، جب کہ ساری جماعت اس میں حصہ دار ہو؛ لیکن اگر کچھ لوگ اپنے آپ کو بالاتر رکھ کر ایثار و قربانی کی ذمہ داری دوسروں کے سر ڈالنا چاہیں تو ساری جماعت سے یہ خوبی جاتی رہتی ہے، موجودہ عالمی حالات میں دینی سیاسی اور سماجی قائدین کو اس پر خاص نظر رکھنی چاہیے؛ تاکہ بات میں وزن پیدا ہو اور عام انسانوں کو تنہائی کا احساس نہ ہونے پائے۔

دشمنوں کو کمزور کرنے کی تدبیریں

سپہ سالارِ اعظم رسولِ اکرم ﷺ نے بنی غطفان کے ساتھ مدینہ کی تہائی پیداوار پر مصالحت کی

جوراہ نکالی تھی اس سے یہ حکمت مستفاد ہوتی ہے کہ تحریک اسلامی کو شدید مخالفتوں سے بچا کر نکالنے اور دشمنوں کا زور گھٹانے کے لیے اگر کبھی قدم پیچھے ہٹانا پڑے یا جھکاؤ اختیار کرنا پڑے تو یہ ناممکن اور ممنوع چیز نہیں ہے۔ فوجی قیادت کے بہتر اوصاف میں یہ شامل ہے کہ کشمکش حالات میں کسی بھی طرح دشمنوں کی صف اتحاد میں دراڑ پیدا کردی جائے، ظاہر ہے کہ جب کسی مشن میں شریک افراد میں سے بعض قدم پیچھے ہٹالیں اور تعاون وتناصر سے دست کش ہوجائیں تو اجتماعی قوت متاثر ہوگی اور باقی لوگوں کی ہمتیں ٹوٹ جائیں گی۔ یہی حکمت ہے کہ رسول ﷺ نے جنگ کے دوران راہِ فرار اختیار کرنے والے مجاہد کے بارے میں سخت وعید بیان فرمائی ہے؛ تاکہ اسے دیکھ کر دوسرے سپاہیوں کے ثبات میں کوئی تزلزل پیدا نہ ہو، موجودہ حالات میں غزوۂ احزاب کے اس اُسوہ پر بطور خاص عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ جہاں تک ممکن ہوسکے کوشش کی جائے کہ غیرمسلم تنظیمیں متحد نہ ہوسکیں، جب بھی اسلام پر یلغار کیے جانے میں ذہنی ہم آہنگی کا احساس ہو، مسلم قائدین اہلِ قلم اور اصحابِ نظر کوئی ایسی بات پیدا کردیں کہ مخالفین خانہ جنگی کے شکار ہوجائیں، آپس میں افتراق وانتشار پیدا ہوجائے، اس سے جنگ اور مخالفت اگر ختم نہیں ہوگی تو کم سے کم دشمنوں کا زور کافی حد تک کم ہوجائے گا۔

جنگی تدبیریں اسلام کی نظر میں

نعیم بن مسعودؓ نے دوران جنگ مسلمان ہونے کے بعد رسولِ اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میرے مسلمان ہونے کا کسی کو علم نہیں ہے، اگر اجازت دیں تو میں بعض تدبیروں کے ذریعہ دشمنوں کی جمعیت میں پھوٹ ڈال دوں، ممکن ہے یہ ان کی ناکامی کا ذریعہ بن جائے، رسولِ اکرم ﷺ نے "اَلحَربُ خُدعَةٌ" (لڑائی تو اصل میں حیلہ اور تدبیر ہی کا نام ہے) کا کلیہ بیان فرماکر اجازت دی۔ پھر نعیم بن مسعود نے بنوقریظہ اور دوسرے قبائل کے درمیان پائے جانے والے اتحاد کو توڑنے میں اہم رول ادا کیا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اخلاقی حدود کے دائرہ میں رہتے ہوئے جنگ کے دوران ایسی تدبیریں اور چالیں اختیار کی جاسکتی ہیں، جن سے دشمنوں کو شکست ہو یا اسلامی دفعات کو وہ ماننے پر مجبور ہوجائیں؛ بلکہ بعض صورتوں میں یہ تدبیریں اشد ضروری ہوجاتی ہیں۔ ایسے موقعوں پر اگر سادگی سے بیٹھے تماشہ دیکھتے رہیں تو ہلاکت اور نقصانِ عظیم کا خطرہ ہے۔ خیبر سے بنونضیر کے سردار حُیَیّ بن اخطب نے ابوسفیان کی مدد کے لیے جب غلہ بھیجا تو آپ ﷺ نے اسے روک لیا جس سے مسلمانوں کو کافی قوت ملی اور دشمن کمزور ہوگئے، یہ بھی جنگی تدبیر تھی؛ اس لیے کہ بھوکے پیاسے میدان جنگ میں ثابت قدم رہنا مشکل ہے یہ اور اس

طرح کی مختلف تدابیر موجودہ عالمی حالات میں اختیار کی جائیں تو ممکن ہے کہ ذہنی طور پر دشمنانِ اسلام پست ہوجائیں اوران کی قوت وطاقت کمزور پڑجائے۔

آگے بڑھنے کا حوصلہ

ابوسفیان نے جب گہری خندق کھودی ہوئی دیکھی تو حیرت سے کہنے لگا خدا کی قسم! یہ ایک ایسی تدبیر ہے جیسی تدبیر کرنا، ابھی تک عرب نہ جانتے تھے۔ گویا اس زمانہ کے مسلمان تدبیر اور طریقِ عمل میں اتنا زیادہ آگے تھے کہ ان کے مخالفین ان کی تدبیروں کو دیکھ کر پکار اٹھتے تھے، ہم تو ابھی تک ایسی تدبیروں سے واقف نہ تھے، آگے بڑھنے کا یہی حوصلہ تھا جس نے انھیں چمکایا، بڑھایا اور وقت کا امام بنایا۔ آج سستی، غفلت اور لاپرواہی نے ہمارے حوصلوں پر ایسی دبیز چادر ڈال دی ہے کہ ہم دوسروں کے غلام ہوگئے اور ہم نے اس پر قناعت بھی کرلی۔

جنگی کاموں میں نظم وضبط

یوں تو زندگی کے ہر موڑ پر نظم وضبط کی ضرورت ہے؛ مگر جنگی کاموں میں اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے، پلاننگ اور نظم وضبط کے بغیر نہ کام میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا نتیجہ مسرت انگیز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اولین معرکہ ہی سے جنگی نظم کی تربیت دی تھی، غزوۂ خندق میں کھدائی کا کام انتہائی نظم وضبط کے ساتھ کیا گیا تھا۔ پھر اس کی نگرانی کے لیے اور محاذ پر قابو رکھنے کے لیے جابجا چوکیاں قائم کی گئیں اور پہرے کی باریاں مقرر تھیں۔ اس کے علاوہ مسلم سپاہیوں کے درمیان باہمی شناخت کے لیے خفیہ کوڈ مقرر تھے۔ بنوقریظہ کی غداری کی اطلاع وفد نے ''عضل وقارۃ'' کہہ کر اشارہ میں دی؛ تاکہ عام مسلمان اضطراب کے شکار نہ ہوں، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسلم قائدین اور مذہبی رہنماؤں کو دشمنوں کے بارے میں کوئی ایسی بات معلوم ہو، جس سے لوگوں کی ہمتیں پست ہوتی ہیں تو اس کا اِفشا نہیں کرنا چاہیے، آج مسلمانوں میں نظم وضبط اور ڈسپلین کی حد درجہ کمی محسوس کی جارہی ہے، احتجاج وجلوس یا مظاہرے کا کوئی بھی طریقہ ہو، اس میں مسلمانوں کی اجتماعی قوت نہیں ہوتی ہے، خدمت دین سے زیادہ اپنے ادارہ کی شناخت کرانے کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ نتیجتاً ہمارے مظاہرے اور جلوس کا کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔

اسلام میں مشورہ کی اہمیت

جب رسولِ اکرم ﷺ کو دشمنوں کی نقل وحرکت کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اس سے شورائی نظام کی اہمیت معلوم ہوتی ہے،

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مشورہ کی تاکید کی تھی؛ اس لیے اس موقع پر صحابۂ کرامؓ سے آپ ﷺ مشورہ کیا کرتے تھے۔ میدانِ جنگ میں آپ ﷺ نے بطور خود فیصلہ کا بڑا قدم نہیں اٹھایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم قائدین اور ذمہ دار حضرات کو اپنی رائے سے کوئی کام نہیں کرنا چاہیے، اس میں اجتماعی قوت کے ساتھ اتحاد و ہم آہنگی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

فرقہ وارانہ باتوں سے اجتناب

حضرت سلمان فارسیؓ چونکہ دوسروں سے دس گُنا زیادہ کام کرتے تھے اور وہ انصار میں شامل تھے اور نہ مہاجرین میں، ان کے متعلق انصار و مہاجرین میں ایک مسابقت کی فضا پیدا ہوگئی، انصار اور مہاجرین میں سے ہر ایک ان کو اپنے گروہ میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ اس کشمکش کا فیصلہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا سَلْمَانُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْت یعنی سلمان ہمارے اہلِ بیت کی ٹولیوں میں ہیں، گویا آپ ﷺ نے ہدایت دی کہ دورانِ جنگ اس طرح کی فرقہ وارانہ باتوں میں پڑکر اجتماعی قوت میں شکن پیدا نہیں کرنی چاہیے، آج مسلمان مختلف ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے ہیں، خاندانی، مسلکی، علاقائی، لسانی اداراتی اور نہ جانے کیسی کیسی باتوں میں الجھ کر مسلمانوں نے اپنی اجتماعی قوت کھودی ہے۔ اسلام دشمن تمام تنظیمیں اسلام کو مٹانے میں متحد ہیں؛ مگر امتِ مسلمہ میں اتحاد کا تصور بھی ناممکن معلوم ہورہا ہے۔ ظاہر ہے کہ متفرق جماعتوں اور ٹولیوں میں وہ قوت نہیں پائی جاسکتی جو اتحاد میں ہوتی ہے۔ ہر ادارہ اور تنظیم کو دوسرے کے لیے رفیق بننا چاہیے نہ کہ فریق، خاص طور پر موجودہ حالات میں اس کی سخت ضرورت ہے۔

اللہ پر یقین اور اعتماد

جب رسولِ اکرم ﷺ کو بنوقریظہ کی غداری کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا حسبنا الله ونعم الوكيل: اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ اس جملہ میں آپ ﷺ نے امت کو سبق دیا کہ تمام مصائب ومشکلات اللہ کی طرف سے آتے ہیں، لہٰذا فتح وشکست میں اللہ پر یقین واعتماد کرنا چاہیے، ایٹم بم، میزائیل، گولہ بارود اور تلوار وبندوق پر اعتماد جاہلانہ مذہب ہے، یہ ساری چیزیں اپنا اثر پہنچانے میں اللہ کی محتاج ہیں؛ مگر اللہ تعالیٰ کو کسی کی حاجت نہیں، وہ وسائل کی کمی کے باوجود بھاری جمعیت پر غالب کرسکتا ہے، جیسا کہ جنگ بدر کی واضح مثال موجود ہے۔

جنگ کی تیاری اور اسلام

جب ابوسفیان اور دیگر قبائل میدانِ کارزار سے واپس ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اب ہم

ان پر حملہ آور ہوں گے اور وہ ہم پر حملہ آور نہ ہوسکیں گے‘‘۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں اقدامی جہاد درست ہے۔یعنی حالات اگر اسلام کے مخالف ہوجائیں مسلمانوں کے لیے جینا مشکل ہوجائے تو اپنی جان ومال اور دین ومذہب کے تحفظ کے لیے ضرورتاً جنگ کی ابتدا کی جاسکتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم نے مسلمانوں کو ہمیشہ جنگ کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدْوَّ اللّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ (الانفال: ٦٠)

’’اور ان سے مقابلہ کے لیے جس قدر بھی تم سے ہوسکے سامان مہیا رکھو،قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے،جس کے ذریعہ سے تم اپنا رعب رکھتے ہو،اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر‘‘

موجودہ عالمی حالات میں مسلمانوں کو جسمانی اور مادی دونوں اعتبار سے دشمنانِ اسلام کے حملوں کا جواب دینے کے لیے تیار رہنے کی ضرورت ہے۔نہ جانے کس وقت غیر مسلم مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو پر حملہ کردیں۔

جنگ میں خواتین کا کردار

اگرچہ اطمینان قلب کے لیے تمام خواتین اور بچوں کو قلعوں میں محفوظ کردیا گیا تھا؛ تاہم وہاں رہتے ہوئے بھی خواتین نے اونچے کردار کا ثبوت دیا۔خواتین کے ایک کیمپ کے گرد ایک یہودی کو چکر لگاتا ہوا دیکھا گیا۔حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (حضور ﷺ کی پھوپھی) نے لکڑی سے اسے ہلاک کردیا۔جس کے بعد کسی دشمن نے ادھر آنے کی ہمت نہ کی،ایک خاتون رفیدہؓ کچھ دوائیں اور مرہم پٹی کا سامان لے کر محاذ پر پہنچیں اور انھوں نے زخمیوں کی خدمت کی،حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے بیٹے سے کہا: بیٹا لپک کے جاؤ تم نے تو دیر کردی۔(محسنِ انسانیت صفحہ: ۴۸۴) غزوۂ خندق کے علاوہ جنگ اُحد اور دوسری جنگوں میں خواتین نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مردوں کے ساتھ بہ قدر ضرورت عورتوں کو بھی جنگی تدابیر میں حصہ لینا چاہیے اور انہیں بھی اس کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔

غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک

حالات جیسے بھی ہوں غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ اخلاق باقی رکھنا چاہیے۔باشعور اور اہلِ فہم کے قلوب پر اس کا بہتر اثر ہوتا ہے۔غزوۂ خندق میں حضرت علیؓ نے جب نوفل بن عبداللہ کو قتل کیا تو مشرکین نے دس ہزار درہم رسول ﷺ کی خدمت میں پیش کیے کہ اس کی لاش ہمارے حوالہ کردی

جائے۔آپ ﷺ نے فرمایا: لاش مفت لے جاؤ مجھے اس مال کی ضرورت نہیں۔ یقیناً اس سے دشمنوں کے دلوں پر اچھا اثر پڑا ہوگا۔ یہ آپ ﷺ کی حکمت عملی تھی، عین اس وقت جب کہ صحابۂ کرامؓ کو مال کی سخت ضرورت ہے، دشمنوں کی ٹولیاں اسلام کی بنیاد اکھاڑ پھینکنے پر مصر ہیں؛ مگر آپؐ نے ان بھیانک اور پرخطر حالات میں بھی اخلاق اور احسان کا سلسلہ جاری رکھا۔ ایک مرتبہ رسولِ اکرم ﷺ صحابۂ کرامؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ایک یہودی کا جنازہ گزرا۔ آپ ﷺ دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔ صحابۂ کرامؓ نے سوال کیا: یارسول اللہ! ﷺ یہ تو یہودی غیرمسلم کا جنازہ ہے، اس کے احترام کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا اِنَّ فِیہِ لَنَفسًا آخر وہ بھی تو انسان تھا۔ (مشکوٰۃ: ۱۴۷) یہ اور اس طرح کی سیکڑوں مثالیں ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے غیرمسلموں کے ساتھ رواداری برقرار رکھی اور تعلقات کبھی منقطع نہیں کیے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو غیرمسلموں کے ساتھ ہمیشہ اچھا برتاؤ رکھنا چاہیے، ممکن ہے وہ مسلمانوں کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہوکر اسلام کے قریب ہوجائیں، شکوک وشبہات سے دل پاک ہوجائے؛ اس لیے کہ آپسی ملاقات سے بہت سی غلط فہمیاں خودبخود دور ہوجاتی ہیں۔ اسلام کے پھیلنے میں آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق کا بڑا دخل ہے، اگر آپ ﷺ غیرمسلموں کے ساتھ رواداری کا برتاؤ نہ کرتے تو بیچ میں نفرت کی دیوار حائل ہوجاتی اور اسلام کی تعلیمات انھیں سمجھنے کا موقع نہ ملتا۔ دورِ حاضر کے مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمیداللہ حیدرآبادیؒ نے خطباتِ بھاولپور صفحہ 279 تا 281 میں اس موضوع پر لطیف بحث کی ہے۔ ہندوستان کے موجودہ حالات میں بطورِ خاص اس کے مطالعہ اور سیرت نبوی کے اس پہلو پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

سیرتِ نبوی تمام مرض کا علاج

غزوۂ خندق سے ملنے والے یہ چند نقوش اور پیغام ہیں، جن کی روشنی میں موجودہ عالمی حالات کے مسائل ومشکلات حل کیے جاسکتے ہیں۔ ہمیں یقین کرنا چاہیے کہ حالات کا کوئی بھی رخ ہو۔ رسول ﷺ کی سیرت پر عمل ہی تمام مرض کا علاج اور امن وسکون کا ذریعہ ہے۔ آج کے موجودہ حالات میں عالَمِ اسلام جن پریشانیوں سے دوچار ہے، ان سے نجات پانے کے لیے ایک ہی دروازہ ہے اور وہ ہے سیرتِ نبوی، اگر ایمان مستحکم ہوجائے اور ہم نبوتِ محمدی کے سچے غلام ہوجائیں تو کائنات کی تمام چیزیں ہماری عظمت پر سجدہ ریز ہوسکتی ہیں:

کی محمدؐ سے وفا تونے ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے، کیا لوح وقلم تیرے ہیں